سعد ملک

ایک حقیقت پسند افسانہ نگار

جمیل عثمان

سنتے ہیں کہ ایک اچھے افسانہ نگار میں یہ چند صفات ہونی چاہئیں:

۱- واضح تحریر (Clarity)

۲- جزیات نگاری (Details)

۳- الفاظ کا چناؤ (Selection of words) اور

٤- نظم (Discipline)

سعد ملک صاحب کے افسانوں میں مجھے یہ چاروں باتیں نظر آئیں - ان کی زبان سادہ اور شستہ ہے - ابہام سے پاک ہے - یوں لکھتے ہیں جیسے کوئی داستان گو کہانی سنا رہا ہو - افسانہ ایک مرتبہ شروع کر دیں تو ختم کئے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا - ان کے افسانے پڑھتے وقت ہم اپنے آپ کو اسی ماحول کا ایک حصہ سمجھنے لگتے ہیں -

افسانہ "سایہ" کا آغاز دیکھئے جو clarity کی بہت اچھی مثال ہے: "آج تیسرا دن تھا جب جمیل احمد نے دفتر سے لوٹ کر گھر آنے پر اپنی بیٹی زبیدہ کو اس کے کمرے کی شمالی کھڑکی پر کھڑا دیکھا تھا - ان کا گھر دوسری منزل پر واقع تھا جہاں سے ان کے پڑوس کے ایک منزلہ گھروں کی کھلی چھتیں نظر آتی تھیں -" ان چند جملوں کے پڑھتے ہی قاری کے ذہن میں چند باتھ واضح ہو جاتی ہیں - وہ یہ کہ جمیل احمد جو منظر دیکھ

رہے تھے وہ پہلے بھی دو دنوں سے دکھتے آ رہے تھے ، ان کا گھر دوسری منزل پر تھا ، جس کھڑکی پر ان کی بیٹی کھڑی تھی وہ شمال کی طرف کھلتی تھی اور اس کھڑکی سے پڑوسیوں کی نچلی عمارتوں کی چھتیں صاف نظر آتی تھیں - قاری کے ذہن میں جو بھی سوال اٹھ سکتے تھے ان کے جوابات انہوں نے ان چند جملوں میں دے دیے ہیں -

جزیات نگاری کی مثال سعد ملک صاحب کے افسانے "لاکی" کی یہ چند سطور ہیں: "صاف ستھرے بستر پر جب اعجاز علی بیٹھ گئے تو نرس جو انہیں وہیل چیئر پر لائی تھی، ان کا سامان درست کرنے لگی - یورینل کو بستر کی ریلنگ میں پھنسایا، اور بستر کو اونچا اور نیچا کرنے کے بٹن کو چلا کر دکھایا، سرہانے والی روشنی کا رخ درست کیا اور اونچائی پر سامنے کی دیوار سے جڑے ٹی وی کا ریموٹ بستر کی ساتھ والی میز پر رکھ دیا - اس کے وھیل چیئر کو لے کر چلے جانے کے بعد ایک دوسری نرس آئی - اس نے سامنے ٹنگے ایک بورڈ پر ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹر اور نرس کا نام لکھا - پھر اس نے اعجاز الی کی ہتھیلی کی پشت پر ابھری ہوئی ایک رگ میں سوئی ڈال کر ڈرپ کا اہتمام کیا اور قطرہ قطرہ نمکین پانی ان کے جسم میں جانے لگا - کچھ برقی تار بھی گاؤن کے اندر سینے پر چپکائے جس کے بعد سرہانے پیڈسٹل پر رکھے ایک سکرین پر ان کی صحت کے متعلق ضروری معلومات آنے لگے -" ہم میں سے جو بھی کبھی ہسپتال میں داخل ہوا ہے، وہ بتا سکتا ہے کہ اس تفصیل میں نہ تو کوئی مبالغہ ہے اور نہ ہی کوئی کمی - اور یہ سعد ملک صاحب کی تحریر کا کمال ہے -

الفاظ کا چناؤ دیکھئے کہ افسانہ "بے وقوف لڑکی" میں افسانے کی ہیروئن چھوبی کی شادی کے بعد اس کی رخصتی کا ذکر کرتے ہوئے دولہے کے بارے میں لکھتے ہیں: "وہ چھوبی کے آگے آگے اس طرح فاتحانہ انداز سے چل رہا تھا جیسے وہ کسی مجرم کو گرفتار کر کے لے جا رہا ہو -"

اور چوتھی صفت 'نظم' کے بارے میں کیا کہوں - یہ آپ کو پوری کتاب میں ہر جگہ نظر آئے گی -

سعد ملک کی کتاب پڑھتے ہوئے مجھے ایک عجیب سی اپنائیت کا احساس ہوا - شاید اس وجہ سے کہ میں بھی انہی حالات سے گزرا ہوں جن سے وہ گزرے ہیں- میری اور ان کی کہانیوں میں حد درجہ مماثلت ہے - وہی صوبہ بہار سے والدین کی مشرقی پاکستان ہجرت اور وہاں ابتدائی تعلیم ، وہی بنگلہ دیش بننے کے بعد ہندوستان واپسی - وہی ہندوستان کے سرحدی شہر رکسول سے نیپال کے سرحدی شہر بیر گنج کا سفر، وہی بیر گنج سے کاٹھمنڈو تک ہمالے کی گود میں بس کا سفر، وہی پاکستانی سفارت خانے کے افسروں کی جھڑکیاں اور باالآخر کاٹھمنڈو سے بنگکاک اور بنگکاک سے کراچی تک کا ہوائی سفر -

سعد ملک نے اپنے افسانوں میں اپنے تجربات کا نچوڑ پیش کر دیا ہے مگر اتنے دلنشیں انداز میں کہ پڑھنے والے پر ذرہ برابر گراں نہیں گزرتا ، بلکہ قاری ان حالات و واقعات سے نہ صرف لطف اندوز ہوتا ہے بلکہ بہت کچھ سیکھتا بھی ہے - سعد ملک جس ماحول کو اپنے افسانوں میں پیش کرتے ہیں اس میں نہ صرف خود ڈوب جاتے ہیں بلکہ قاری کو بھی اس میں غوطے لگواتے ہیں - "چابیوں کا گچھا" میں جا بجا پوربی زبان استعمال افسانے کو دلچسپ بناتا ہے جیسے "وہ اپنے گھر کے باہر اوسارا (برآمدہ) میں ایک جھلنگی کھٹیا (چارپائی) پر لیٹے رہتے تھے" - اسی افسانے میں ایک جگہ دادی اماں کہتی ہیں، "ہمری زبان ایسی چکنی ہوتی تو اس کو ہم کاٹ کے کتوا (کتے) کے ہنڑیا (ہانڈی) میں ڈال دیتے"-

بنگال سے متعلق افسانوں میں انہوں نے بڑی خوبصورتی سے بنگلہ زبان کے جملے استعمال کئے ہیں ، جیسے "بے وقوف لڑکی" میں مرشد کہتا ہے، "لمبا آدمی بوکا ہوتا ہے" یعنی "لمبا آدمی بے وقوف ہوتا ہے" - اور افسانہ "شاگرد" میں عبد المجید کہتا ہے، "روفیک ، میرا بات مانے گا تو میرا بوندھو ہو جائے گا" - یعنی "رفیق، میری بات مانے گا تو میرا دوست ہو جائے گا"-

اپنے افسانوں میں سعد ملک صاحب نے بعض مقامات پر کیا خوب استعارے استعمال کئے ہیں - ''بڑے لوگ'' میں نواب صاحب کے کتے کی ہلتی ہوئی دم دیکھ کر راوی کہتا ہے، ''اس کتے کی مسلسل ہلتی ہوئی دم دیکھ کر زندگی میں پہلی دفعہ اس کی افادیت کا اندازہ ہوا اور بھٹکتا ہوا یہ خیال دل میں آیا کہ اگر مجھے بھی یہ عضو مرحمت ہوتا تو میرے لئے بھی نواب صاحب کی خوشنودی حاصل کرنا آسان ہو جاتا''- افسانہ ''سایہ'' میں جمیل احمد کے والد حاکم جان کی شخصیت کا ذکر کس سلیقے سے کیا ہے، ذرا دیکھئے: ''ان کی مونچھیں نہایت گھنی اور بارعب تھیں جن کے نوک دار سروں کو ان کا خاندانی حجام ہر جمعے کو کلف لگا کر نئی زندگی دیتا تھا - نگاہوں میں ایسی کاٹ تھی کہ یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ ان کی آنکھوں کی چبھن زیادہ ہے یا مونچھوں کی''-

سعد ملک صاحب کا ایک اور انداز تحریر ملاحظہ کیجئے: افسانہ ''چابیوں کا گچھا'' میں افسانے کے کردار سزادی (شہزادی) کی عمر بیتی جا رہی ہے اور اس کی شادی نہیں ہوتی - اس کے گہنے یونہی بکس میں رکھے کے رکھے رہ گئے - اس سچوئیشن کو سعد صاحب نے کس خوبصورتی سے بیان کیا ہے: ''ایک پچیس برس کی معمولی شکل و صورت کی عورت سے کون شادی کرے گا - ان کے مقفل بکس میں بہ حفاظت رکھے سزادی کے گہنوں کی چاندی اب اس کے بالوں میں نظر آتی تھی''-

کہیں کہیں کچھ باتیں کھٹکتی ہیں - ان کا ذکر بھی ہو جائے:

افسانہ ''سب سے اچھا کون ہے'' میں مقابلہ دو بچوں میں ہے - اس لئے سب سے اچھا کون ہے کی بجائے یہ کہنا ٹھیک رہے گا کہ بہتر کون ہے - سب سے اچھے کی تلاش تو اس وقت ہوتی جب بہت سارے بچوں میں مقابلہ ہوتا - یہاں یہ کہنا ٹھیک ہوگا کہ دونوں میں ''بہتر کون ہے'' - (Who is better) -
افسانہ ''شمار'' کے کردار کا نام راضی ہے - میرا خیال ہے کہ نام یا تو رازی ہونا چاہیے یا رضی - راضی نام سننے میں نہیں آتا - افسانہ ''گھر کا بھیدی'' میں امین الحق صاحب کہتے ہیں ''ہر طرف بوہوت گوڑ بوڑ ہے'' - میرا

خیال ہے اگر 'گوڑبوڑ' کی بجائے 'گونڈوگول' استعمال کیا جائے تو بہتر ہوگا - کیوں کہ بنگالی یہ لفظ زیادہ استعمال کرتے تھے - افسانہ ''شاگرد'' میں عبد المجید کہتا ہے، ''ہم تھوڑا تھوڑا کر کے رقم واپس کر دے گا'' - عام بنگالی بول چال میں کبھی 'رقم' کا لفظ استعمال نہیں کرتا - وہ 'پیسہ' یا 'پوئیشہ' کہے گا - ایک جگہ اور یہی کردار کہتا ہے ''ہم ہی دراصل بزدل نکلا'' - یہاں بھی وہی بات آتی ہے کہ عام بنگالی گفتگو میں 'دراصل' اور 'بزدل' جیسے الفاظ استعمال نہیں کرے گا - ''ببلی شیئر نہیں کرتی'' میں ایک جگہ لکھتے ہیں، ''...یا اس کی آنکھیں دھول سے چندھیا گئی ہوں...'' عرض ہے کہ آنکھیں روشنی سے چندھیا جاتی ہیں، دھول سے نہیں - اسی افسانے میں ڈاکٹر افلاطون کہتا ہے، ''پولیس کے بچکانہ محکمے کا رکن ہوں'' - بچکانہ محکمے سے گمان ہوتا ہے 'بچوں جیسی حرکتیں کرنے والا محکمہ'' - اگر 'پولیس کے بچوں کے محکمے کا رکن' لکھیں یا 'محکمۂ اطفال' لکھیں تو مناسب ہوگا -

آخر میں یہی کہوں گا کہ سعد ملک افسانہ نگاری کے فن سے کماحقہ آگاہ ہیں - ان کی یہ کتاب افسانوں کے مجموعوں میں ایک گراں قدر اضافہ ثابت ہوگی - ہماری ان سے استدعا ہے کہ وہ لکھنے کا عمل جاری رکھیں تاکہ ہمیں اور اچھے اچھے افسانے پڑھنے کو ملیں -